رؤف پاریکھ *

اٹھارہ سو ستاون سے قبل کی اردو شاعری میں یورپی زبانوں کے دخیل الفاظ

ایک عام تصور یہ ہے کہ اردو زبان میں انگریزی کے الفاظ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد آنا شروع ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء سے قبل ہی یعنی انگریزوں کے مکمل غلبے سے پہلے ہی انگریزی اور بعض دیگر یورپی زبانوں کے الفاظ نے اردو زبان و ادب پر اپنے نقوش ثبت کرنے شروع کر دیے تھے اور اس کا ایک بڑا ثبوت انشا اللہ خاں انشا (م: ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء) اور مصحفی (م: ۱۲۴۰ھ/ ۲۵-۱۸۲۴ء) جیسے مسلم الثبوت استادوں کے ہاں انگریزی الفاظ کا استعمال ہے۔ ان دونوں شعرا کا انتقال ۱۸۵۷ء سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ انشا اور مصحفی کے ہاں انگریزی اور یورپی زبانوں کے الفاظ کا استعمال ان کے معاصرین میں سب سے زیادہ ہے۔ انگریزی کے علاوہ پرتگالی زبان کے بعض الفاظ بھی اردو میں ۱۸۵۷ء سے قبل مستعمل تھے جو اردو میں پرتگالی سے براہِ راست آئے تھے۔ البتہ بعض دیگر یورپی زبانوں مثلاً فرانسیسی کے الفاظ اردو میں انگریزی کے توسط سے پہنچے۔ ان میں سے کچھ الفاظ اٹھارویں صدی ہی میں اردو شاعری میں نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اس زمانے کی بعض نثری تصانیف، مثلاً میر امن کی گنج خوبی (سالِ تصنیف:۱۸۰۳ء) میں چند اشعار میں اور رجب علی بیگ سرور کی فسانہ عجائب (سالِ تصنیف:۱۸۲۴ء) میں ایک شعر میں انگریزی کے الفاظ آئے ہیں، ہم نے اس مقالے میں ان اشعار کو بھی شامل کر لیا ہے۔

اس مقالے میں ہم کوشش کریں گے کہ اٹھارہ سو ستاون سے قبل کی اردو شاعری میں استعمال کیے گئے انگریزی اور بعض دیگر یورپی زبانوں کے الفاظ کا استعمال ان کے مفہوم اور استعمال کی اسناد کے ساتھ بترتیب حروفِ تہجی پیش کرسکیں۔

اردو شاعری میں یورپی زبان کے لفظ کا اولین استعمال

قاضی ظہور الحسن ناظم سیوہاروی کے مطابق اردو میں یورپی زبانوں کے الفاظ نثر میں سب سے پہلے لالہ ہری ہر پرشاد سنبھلی نے اپنی کتاب بدائع الفنون میں استعمال کیے۔[1] یہاں انھوں نے ۱۷۷۴ء کا سال درج کیا ہے جو غالباً کتاب کا سالِ تصنیف ہوگا۔ ناظم صاحب کے مطابق اردو شاعری میں سب سے پہلے انگریزی الفاظ راجا رام نرائن موزوںؔ نے استعمال کیے۔ اس کے بعد انھوں نے موزوں کا یہ شعر دیا ہے جس میں لفظ بوتل (bottle) کی جمع "بوتلاں" آئی ہے:

اپنا دماغ عرشِ معلّیٰ پہ آج ہے
دارو کی بوتلاں ہیں جو آگو دھری ہوئی[2]

موزوںؔ کے بارے میر حسن نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ فارسی کے صاحبِ دیوان شاعر تھے لیکن اردو میں شعر کم کہے ہیں بلکہ کہے ہی نہیں ہیں۔ میر حسن کے الفاظ ہیں: "صاحبِ دیوانِ فارسی۔۔۔شعر ریختہ کم گفتہ، بلکہ نہ گفتہ"۔[3] لیکن موزوںؔ کا کم از کم ایک اردو شعر بہت مشہور ہے جو میر حسن کے بقول موزوںؔ نے سراج الدولہ (م: ۱۷۵۷ء) کی شہادت کی خبر آنے پر فی البدیہہ کہا تھا۔ وہ خبر لانے والوں سے [تفصیل] پوچھتے تھے، شعر پڑھتے تھے اور روتے تھے:

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دِوانا مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گذری[4]

قاضی ناظم سیوہاروی کے نقل کردہ موزوںؔ کے شعر کی تصدیق کہیں سے بھی نہ ہو سکی کیونکہ راجا رام نرائن موزوںؔ کا ذکر تاریخِ ادب کی کتابوں میں قطعی ناکافی اور نہایت تشنہ ہے۔ بلکہ تذکروں میں بھی ان کا ذکر کم ہی ملتا ہے۔ میر حسن نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ موزوںؔ عظیم آباد کے صوبے دار تھے اور شیخ علی حزیں کے شاگرد تھے۔[5] اسپرنگر نے علی ابراہیم خاں خلیل کے حوالے سے لکھا ہے کہ موزوںؔ پٹنہ کے گورنر تھے، زیادہ تر فارسی میں شعر کہتے تھے، ایک الزام میں مجرم قرار پائے تو نواب میر محمد قاسم خاں کے حکم سے گنگا میں غرق کردیے

گئے۔[6] مالک رام کے مطابق یہ ۱۷۶۳ء کا واقعہ ہے۔[7] بہر حال، اگر یہ شعر موزوںؔ ہی کا ہے تو وہ اردو میں کسی یورپی زبان کے کسی لفظ کو اردو شاعری میں استعمال کرنے والے اولین سخن ور ٹھہرتے ہیں۔

راجا رام نرائن موزوںؔ کے بعد انشا اور مصحفی ان اولین شعرا میں سے ہیں جن کے اردو کلام میں انگریزی الفاظ ملتے ہیں۔ اسی طرح ناسخ (م: ۱۸۳۸ء)، شاہ نصیر (م: ۳۹-۱۸۳۸ء)، آتش (م: ۱۸۴۷ء)، ذوق (م: ۱۸۵۴ء)، بہادر شاہ ظفر (م: ۱۸۶۲ء) اور بعض دیگر شعرا کے ہاں انگریزی الفاظ کا استعمال ملتا ہے۔ گو ان میں بعض کے ہاں انگریزی الفاظ اکا دکا ہی ہیں لیکن یہ بدلتے ہوئے سیاسی حالات، انگریزی اقتدار کے عروج اور انگریزی زبان کے بڑھتے ہوئے اثرات کے غماز ہیں۔

بعض دیگر شعرا مثلاً علی اوسط رشک کے ہاں بھی یورپی زبانوں کے الفاظ ملتے ہیں، مثلاً رشک نے اسپتال، اسکول، ڈاکتر (ڈاکٹر)، رفل (رائفل) جیسے لفظ استعمال کیے ہیں۔[8] لیکن چونکہ یہ مقالہ ۱۸۵۷ء سے قبل کی شاعری میں اردو الفاظ کے استعمال پر ہے اور رشک کا انتقال ۱۸۶۷ء میں ہوا تھا اور یہ کہنا مشکل ہے کہ ان کا کون سا کلام ۱۸۵۷ء سے پہلے کہا ہوا ہے لہٰذا ان کی شاعری سے اس مقالے میں مثالیں نہیں دی گئی ہیں۔ اسی طرح امداد علی بحر (م: ۱۸۷۸ء) کے ہاں کاگ (cork) اور لیلام (نیلام، جو پرتگالی کے لیلاوں کی تخریب ہے) جیسے الفاظ ملتے ہیں۔[9] منیر شکوہ آبادی (م: ۱۸۸۰ء) کے ہاں لالٹین (lantern)، رفل، ریل، پستول اور گورنری وغیرہ ملتے ہیں لیکن ان کی تفصیل بھی یہاں نہیں دی جا رہی۔[10] امیر مینائی (م: ۱۹۰۰ء) کے ہاں بھی کچھ انگریزی الفاظ ملتے ہیں، ان کا ذکر بھی اسی لیے نہیں کیا جا رہا کہ ان کا دور ۱۸۵۷ء کے بعد کا ہے۔ اردو کے جس شاعر کے ہاں انگریزی کے الفاظ سب سے زیادہ ملتے ہیں وہ اکبر الٰہ آبادی (م: ۱۹۲۱ء) ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ یہ ۱۸۵۷ء کے بہت بعد کا دور ہے۔

اردو میں یورپی زبانوں کے دخیل الفاظ: ماقبل تحقیق کا ایک مختصر جائزہ

اردو میں مستعمل انگریزی الفاظ کے تاریخی پس منظر اور خصوصیات پر کچھ کام ہو چکا ہے، مثلاً اردو میں انگریزی الفاظ کے دخیل ہونے کی تاریخ اور وجوہات کا قاضی ناظم سیوہاروی نے ذکر کیا ہے۔[11] اردو میں دخیل انگریزی الفاظ کے تلفظ میں جو تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں، ان کی وضاحت اور وجوہات پر گیان چند جین نے خوب روشنی ڈالی ہے۔[12] ابو اللیث صدیقی نے اردو میں مستعمل انگریزی الفاظ کی اقسام بھی بتائی ہیں۔[13]

سہیل بخاری نے اردو میں دخیل انگریزی اور دیگر زبانوں کے الفاظ کا ذکر کیا ہے۔[۱۴] مولوی عبدالحق نے بھی اردو میں دخیل الفاظ پر روشنی ڈالی ہے۔[۱۵] محمد بن عمر کی کتابوں میں اردو میں دخیل انگریزی، پرتگالی، فرانسیسی، ولندیزی اور دیگر مغربی زبانوں کے الفاظ کی تفصیل موجود ہے۔[۱۶] ان سب کو یہاں دہرانا مقصود نہیں ہے۔ لیکن مذکورہ بالا کام، ماسوائے محمد بن عمر کی کتابوں کے، بالعموم تاریخی اور لسانی پس منظر کی وضاحت کرتے ہیں اور کہیں کہیں چند الفاظ کی مثالیں بھی دی گئی ہیں۔ محمد بن عمر کی کتابوں میں یورپی زبانوں کے دخیل الفاظ کی خاصی طویل فہرست ملتی ہے لیکن ان میں بھی ۱۸۵۷ء سے قبل کی مثالیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ طارق رحمٰن (کذا: عبدالرحمٰن طارق چاہیے کیونکہ لفظ "رحمٰن" لفظ "اللہ" کی طرح ہے یعنی کسی مخلوق کا نام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مخلوق کو اللہ پکارنا گناہِ عظیم ہے) اور فتح محمد ملک کی مشترکہ طور پر مرتبہ کتاب[۱۷] میں دورِ جدید میں اردو میں شامل ہونے والے انگریزی الفاظ کا ذکر ہے، لیکن اس روایت کی ابتدا اور اولین نمونے ظاہر ہے کہ ان کا موضوع نہیں تھے۔

انگریزوں اور دیگر مغربی اقوام نے ۱۸۵۷ء سے بہت پہلے برِ عظیم پاک و ہند کے مختلف علاقوں میں اپنی نوآبادیات قائم کرنا شروع کر دی تھیں۔ ۱۸۵۷ تو ہمارے زوال کی انتہا تھی۔ انگریزوں سے قبل پرتگالیوں، ولندیزیوں اور فرانسیسیوں نے بھی برِ عظیم پاک و ہند پر قبضے کے لیے کوششیں شروع کر دی تھیں۔[۱۸] جنوب اور جنوب مغربی ہندوستان کے ساحلوں پر مغربی اقوام بالخصوص پرتگالیوں کے آنے کے ساتھ ہی ان کی زبان اور تہذیب کے اثرات اس خطے پر پڑنا شروع ہو چکے تھے۔ جنوب مغربی ہندوستان میں اس کے اثرات نمایاں تھے۔ گجرات اور گوا کے ساحل پر پرتگالی تمدن کے اثرات کی ایک صورت پرتگالی زبان کے الفاظ کا مقامی زبانوں میں شامل ہونا بھی تھا۔[۱۹] حتیٰ کہ گجرات میں تو سترھویں صدی ہی میں مقامی اور مغربی زبانوں کی کثیر زبانی لغات بھی بننا شروع ہو چکی تھیں اور ۱۶۳۰ء میں سورت (گجرات) میں ایک ایسی لغت مرتب کی گئی جس میں فارسی، اردو، انگریزی اور پرتگالی کے الفاظ درج تھے۔[۲۰]

اردو شاعری میں یورپی زبانوں کے الفاظ کا استعمال مع اسناد (بترتیبِ حروفِ تہجی)

اس ضمن میں تاریخی پس منظر بہت تفصیل اور تطویل چاہتا ہے اور کئی کتابوں میں ان نوآبادیاتی کوششوں اور تاریخی واقعات کا بیان موجود ہے جن کے نتیجے میں اردو میں انگریزی اور دیگر مغربی زبانوں کے الفاظ داخل ہونا شروع ہوئے۔ لیکن سرِ دست تکرار سے بچتے ہوئے صرف چند شعرا، بطورِ خاص مصحفی اور انشا، کی

اردو شاعری میں پائے جانے انگریزی یا دیگر یورپی زبانوں کے الفاظ مع امثال پیش ہیں تا کہ واضح ہو سکے کہ ۱۸۵۷ء سے بہت پہلے اردو زبان اور ادب پر انگریزی زبان اور بعض دیگر یورپی زبانوں کے اثرات کا آغاز ہو چکا تھا۔ جو اشعار بطور سند پیش کیے گئے ہیں ان کے حوالے اشعار کے ساتھ ہی دے دیے گئے ہیں تا کہ قاری کو ہر شعر کے بعد مقالے کے اختتام پر درج حواشی نہ دیکھنے پڑیں۔ البتہ ان کتابوں کی طباعتی تفصیل آخر میں دی گئی کتابیات میں موجود ہے۔ شعری اسناد کو چھوڑ کر بقیہ حوالوں کا اندراج حسب دستور مقالے کے آخر ہی میں ہے۔

اپیل (appeal)

اپیل کا لفظ آج اردو میں عام ہے۔ عدالت سے انصاف کی درخواست کرنے، عدالت سے چارہ جوئی کے لیے رجوع کرنے اور کرکٹ میں امپائر سے کسی کھلاڑی کے آؤٹ ہونے کی درخواست کو بھی کہتے ہیں۔ مڈل انگلش میں یہ لفظ وجود رکھتا تھا، انگریزی میں قدیم فرانسیسی سے آیا ہے اور پہلے پہل قانونی تناظر میں استعمال ہوا تھا۔[۲۱] اوکسفرڈ کی مختصر لغت کے مطابق فرانسیسی میں لاطینی سے آیا اور لاطینی میں یہ جس مادے سے مشتق ہے اس کے معنی ہیں خطاب کرنا۔[۲۲]

اس شعر میں مصحفی نے بھی قانونی اصطلاح کے طور پر استعمال کیا ہے:

سارے عالم میں ترا حکم ہے دائر سائر
کیوں نہ حاضر رہیں در پر ہی اپیل اور کورٹ

(مصحفی، کلیات، جلد ۹، ص ۲۳۳)

اردلی (orderly)

پلیٹس کے مطابق "اردلی" انگریزی لفظ کی تخریب ہے۔ فیلن نے اسے انگریزی لفظ orderly کا بگاڑ لکھا ہے۔ انگریزی تلفظ "آرڈرلی" کا یہ بگاڑ اردو میں آج بھی رائج ہے اور چپراسی کے معنوں میں مستعمل ہے۔ محمد بن عمر کے مطابق یہ فرانسیسی لفظ ہے جو انگریزی کے توسط سے اردو میں پہنچا ہے۔[۲۳] انگریزی میں عسکری اصطلاح کے طور پر orderly اور orderly officer بھی مستعمل ہیں۔ اردلی سے مراد سپاہی ہے جو احکام بجالائے، نیز کسی فوجی افسر کے چھوٹے موٹے کام کرنے والا سپاہی بھی اردلی کہلاتا ہے۔

روان ہیں آگے آگے لختِ دل کے یوں مرے آنسو
چلیں ہیں اردلی کے لوگ جوں کپتان کے آگے

(رنگین، دیوانِ ریختہ، ص۱۴۲)

اردلی کے جو گراں ڈیل ہیں ہوں گے سب جمع
کرنا [کذا: قرنا] پھونکے گا جس وقت کہ آ سکھدرن

(انشا، کلامِ انشا، ص۳۲۳)

ارگن (organ)

اصلاً یونانی زبان کا لفظ ہے جو لاطینی سے ہوتا ہوا انگریزی میں پہنچا اور اس کی اصل جو یونانی لفظ ہے اس کے معنی ہیں 'اوزار' یا 'آلہ'۔[۲۴] انگریزی میں اس کے معنی ابتداً آلۂ موسیقی کے تھے۔[۲۵] انگریزی سے اردو میں داخل ہوا۔ساز یا آلۂ موسیقی کے معنی میں مستعمل اس انگریزی لفظ کا ایک اردو املا آرگن بھی ہے۔

یا انگوٹھی کی گھڑی ہے وہ نزاکت سے بھری
جس پہ قربان کیے سینکڑوں بجتے ارگن

(انشا، کلامِ انشا، ص۳۲۵)

کھینچ کر تار رگِ ابرِ بہاری سے کئی
خود نسیم سحر آوے گی بجانے ارگن

(انشا، کلامِ انشا، ص۳۲۳)

الکٹرٹی (electricity)

اس کا مادہ یونانی لفظ elektron ہے، جس کے معنی ہیں 'ہاتھ رگڑنا'۔یہ لاطینی میں پہنچ کر کچھ تبدیل ہوا اور وہاں اس کے معنی ہوگئے 'انگارا' یا 'چنگاری'۔شاید اس لیے کہ ہاتھ رگڑنے سے تپش پیدا ہوتی ہے۔[۲۶] وہاں سے یہ انگریزی میں داخل ہوا اور پھر اردو میں پہنچا۔بجلی کے لیے یہ لفظ انشا کے زمانے سے رائج ہے، گو اب اردو میں اس کا ایک املا ''الیکٹرسٹی'' بھی ہے۔

ایک الک ٹرٹی ایسی ہے بتائی جس کو
کبھی دیکھے تو فلاطوں رہے سرکن برکن

(انشا، کلامِ انشا، ص۳۲۹)

برجس (breeches)

بقول شنعرل اس کی اصل ایک جرمینک (Germanic) لفظ ہے۔ ولندیزی میں بھی اس سے ملتا جلتا ایک لفظ تھا۔ لیکن قدیم انگریزی میں تلفظ و املا کی کچھ تبدیلی کے ساتھ اس مخصوص لباس کے لیے رائج ہوا جو ناف سے گھٹنوں تک کے حصۂ جسم کو ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ قدیم انگریزی میں یہ جمع کے طور پر ہی رائج تھا لیکن پھر واحد ہوگیا۔ کسی زمانے میں "عقبی حصہ" کے معنوں میں بھی رائج تھا لیکن پھر مختصر پاجامہ کے معنوں میں مستعمل ہوگیا۔[۲۷] "برچز" گھٹنوں سے نیچے تک آنے والا ایک لباس ہوتا تھا جس کو دربار میں یا گھڑ سواری کے وقت پہنتے تھے۔ اردو میں اس کا تلفظ بگڑ کر برجس ہوگیا۔

جب تلک کلغی کے سر پہ ہے فرنگی ٹوپی
جب تلک پا میں ہے غنچے کے گلابی برجس

(مصحفی، کلیات، جلد۹، ص۴۶)

بسکٹ (biscuit)

اس کے لاطینی اشتقاق کے معنی ہیں دو دفعہ پکانا۔ دراصل کسی زمانے میں بسکٹ کو پہلے پکاتے تھے پھر اسے خشک کرتے تھے۔ لاطینی سے قدیم فرانسیسی اور پھر انگریزی میں پہنچا۔[۲۸] ہمیں بھی انگریزی سے تحفے میں ملا۔ انگریزی تلفظ تو "بسکِٹ" (کاف مکسور) ہے لیکن اردو میں "بسکُٹ" (کاف مضموم) بھی بولتے ہیں۔ مصحفی نے بھی اس کا تلفظ بسکُٹ (کاف مضموم) سے کیا ہے، کیونکہ اس غزل میں قافیے بکُٹ، چھُٹ، لُٹ وغیرہ ہیں۔

ہے یہ فلک سفلہ وہ پھیکا سا فرنگی
رکھتا ہے مہ و خور سے جو پاس اپنے دو بسکٹ

(مصحفی، کلیات، جلد۷، ص۸۴)

بگی/بگھی (buggy)

یہ اگرچہ بحث طلب ہے کہ بگی یا بگھی کی اصل کیا ہے لیکن یہ اس کا اردو ہونا بھی یقینی نہیں ہے اور یہ لفظ انگریزی میں خاصے عرصے سے رائج ہے۔ گو اردو لغت بورڈ کی لغت کے مطابق "بگھی" کی اصل "ہندی" ہے (کسی "اردو" لفظ کی اصل کو "ہندی" قرار دینا بذاتِ خود ایک بحث طلب مسئلہ ہے کیونکہ اس طرح ہندی

اردو سے قدیم ٹھہرتی ہے، حال آنکہ دونوں بہنیں ہیں اور دونوں کی اصل پراکرت ہے۔ ادبی زبان کے لحاظ سے تو ہندی کے مقابلے میں اردو کہیں زیادہ قدیم ہے)۔ لیکن ''بگھی'' کو بورڈ کی لغت نے ''بگی'' سے رجوع کرا دیا ہے اور وہاں اس کا اشتقاق انگریزی کے لفظ buggy سے ظاہر کیا ہے۔ گویا خود بورڈ بھی تذبذب کا شکار ہے۔ پلیٹس نے بھی اسے ''ہندی'' قرار دیا ہے (بورڈ نے غالباً پلیٹس ہی کا اتباع کیا ہے لیکن پلیٹس کی تمام تر خوبیوں کے ساتھ اس کا ایک عیب یہ ہے کہ وہ غیر ضروری طور پر لفظ کا اشتقاق سنسکرت سے اخذ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور بعض عربی اور فارسی الفاظ کی اصل بھی اس نے سنسکرت بتائی ہے۔ ممکن ہے اس کی کوئی مجبوری ہو لیکن بورڈ کی کیا مجبوری تھی؟)۔

بہر حال، یہ لفظ ''بگھی'' یا ''بگی'' انگریزی میں مستعمل رہا ہے اور اب بھی ہے (گو بعض دیگر مفاہیم میں بھی آ گیا ہے) مگر انگریزی لغات میں اس کی اصل کو ''نامعلوم'' کہا گیا ہے، مثلاً اوکسفرڈ نے اس لفظ کے ساتھ of unknown origin اور ویبسٹر نے origin uncertain لکھا ہے۔ وائٹ ورتھ نے انگریزی میں مستعمل دیسی الفاظ کی اپنی مشہور لغت میں گجراتی کے bagi کو buggy کی اصل قرار دیا ہے۔[۲۹] لیکن ہابسن جابسن (جو اس ضمن میں زیادہ معتبر اور مبنی بر تحقیق سمجھی جاتی ہے اور جس میں الفاظ کے استعمال کی قدیم اسناد بھی دی گئی ہیں) کے مولفین کے مطابق یہ لفظ انگریزی میں خاصے عرصے سے مستعمل رہا ہے لیکن اس کی اصل کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ ان کے مطابق یہ انگلستان میں مستعمل ضرور رہا ہے لیکن یہ وہاں عام نہیں تھا البتہ امریکا اور آئر لینڈ میں زیادہ معروف رہا۔[۳۰] کوئی لفظ انیسویں صدی عیسوی میں انگلستان میں کم اور امریکا میں زیادہ رائج ہو تو اس کا مقامی یعنی پراکرت ہونا ہماری رائے میں قرین قیاس نہیں۔ ''اینگلو انڈین'' الفاظ کی جو لغات ہمارے دور میں مرتب کی گئی ہیں ان میں آئیو رلیوس کی لغت زیادہ معروف ہے اور مقامی یا دیسی الفاظ کے انگریزی میں استعمال کے ضمن میں تحقیق کا شاہکار ہے۔ اس کے مطابق گو buggy کا تعلق bogie اور bug سے غیر یقینی ہے لیکن پھر بھی ایسی کوئی وجہ نہیں جس کی بنیاد پر اس کی اصل کو ''اینگلو انڈین'' قرار دیا جائے۔ تاہم یہ لفظ ہندوستان میں رائج تھا اور اس کے معنی تھے: ایک ہلکی اور ایک گھوڑے یا دو گھوڑوں کی گاڑی جس میں ایک یا دو مسافر بیٹھ سکتے تھے اور ہندوستان میں اس گاڑی کے اوپر ایک چھتری یا چھجا بھی ہوتا تھا۔[۳۱] مغربی زبانوں میں لفظ بگھی کی اصل معلوم نہ ہونے کے باوجود چونکہ یہ طے ہے کہ یہ بہر حال اردو پر پراکرت / سنسکرت کا

لفظ نہیں ہے لہٰذا اسے کسی مغربی زبان کا حصہ سمجھنا غلط نہ ہوگا۔ چنانچہ اس کے اردو میں استعمال کی سند حاضر ہے۔

بہرحال بورڈ نے اپنی لغت میں لفظ ''بگھی'' کی سند انشا کی کلیات سے ضروری دی ہے۔ یہ کلامِ انشا میں بھی موجود ہے۔ البتہ بورڈ نے بگھی کی سند کو ''بگی'' کے تحت درج کیا ہے حالانکہ کلیاتِ انشا مرتبہ مرزا محمد عسکری و محمد رفیع میں اس کا املا ''بگھی'' ہی درج ہے۔ ملاحظہ ہو:

بگھیاں نور کی تیار کر اے بوے سمن
کہ ہوا کھانے کو نکلیں گے جوانانِ چمن

(انشا، کلیات، ص ۲۶۳)

بوتل (bottle)

اوکسفرڈ کی مختصر لغت کے مطابق یہ اصلاً لاطینی لفظ ہے۔ لاطینی سے فرانسیسی اور وہاں سے انگریزی میں پہنچا۔ اردو کو انگریزی کا عطیہ ہے۔

اپنا دماغ عرشِ معلّٰی پہ آج ہے
دارو کی بوتلاں ہیں جو آگو دھری ہوئی

(رام نرائن موزوں، بحوالہ ناظم سیوہاروی، ص ۳۱)

اپنے گیلاس شگوفے بھی کریں گے حاضر
غنچہ و گل سبھی وھاں کھولیں گے بوتل کے دہن

(انشا، کلامِ انشا، ص ۳۲۳)

مصرعِ ثانی میں ''وہاں'' کو ''واں'' یا ''وھاں'' پڑھنا ہوگا ورنہ ساقط الوزن ہو جائے گا۔

وقت آیا ہے کہ فیروزہ بنے بادۂ لعل
وقت آیا ہے کہ ہو سبز زمیں پہ بوتل

(مصحفی، کلیات، جلد ۹، ص ۲۵۸)

کیا کہیے تیغِ ابروے قاتل کی آب کی
عکسِ مژہ سے کٹتی ہے بوتل شراب کی
وہ رند بادہ کش ہوں کہ تو کیا ہے زاہدا!
قاضی نے نذر دی مجھے بوتل شراب کی

(ناسخ، کلیات، جلد ۲، حصہ ۲، ص ۱۵۶)

اللہ رے نغمہ دیکھ کے طوطی کو بام پر
بولا وہ بادہ نوش یہ بوحل ہے سرخ و سبز

(شاہ نصیر، کلیات، جلد۲،ص ۸۲)

پرتگیز/پرتگیرن/پرتگیری (Portuguese)

پرتگال (Portugal) کو اردو میں پرتگیز بھی کہا گیا۔ یہ لاطینی سے انگریزی میں اور انگریزی سے اردو میں آیا۔ اسی سے صفت پرتگیری بنائی گئی یعنی پرتگال سے متعلق یا پرتگال کا، نیز پرتگال کا باشندہ یا وہاں کی زبان۔ اس کی مونث پرتگیرن ٹھہری، یعنی پرتگیری خاتون۔

دلا اس پرتگیرن کی صفِ مژگاں سے بچتا رہ
کہ یہ پلٹن بہت سنگیں ہے شدت کی کٹیلی ہے

(افسوس، کلیات، ص ۲۰۹ بحوالہ قاضی عبدالودود، ص ۹۳)

پرمٹ (permit)

اردو میں اس کا تلفظ بالعموم پرمِٹ (میم مکسور) ہی کیا جاتا ہے۔ البتہ اس کا تلفظ مصحفی نے "پرمَٹ" (یعنی میم مفتوح) کیا ہے۔ ممکن ہے اس وقت رائج تلفظ آج کے تلفظ سے مختلف ہو۔ لیکن قافیے کی مجبوری بھی ہوسکتی ہے کیونکہ یہ شعر جس قصیدے کا حصہ ہے اس میں قافیے الٹ، گھونگھٹ، کڑواہٹ وغیرہ ہیں۔ بعد کے دور میں یہ لفظ امیر مینائی کے ہاں ہے اور انھوں نے بھی "م" کو مفتوح ہی لکھا ہے۔ اجازت یا اجازت نامے کے مفہوم میں آتا ہے۔ صاحبِ نور اللغات کے مطابق یہ معنی بھی ہیں: محصول یا مقام جہاں سرکاری محصول لیا جائے۔ اردو میں انگریزی سے آیا لیکن اس کی اصل لاطینی ہے۔

خالی از فیض نہ دیکھی تری خدمت بخشی
ہو وہ سلطانِ جہاں جس کو تو دیوے پرمٹ

(مصحفی، کلیات، جلد۹، ص ۲۳۳)

یہ دل ہدف ہے طفلِ فرنگی لگا تفنگ
چپکاتا کیوں یہ کاغذِ پرمٹ ہے بانس پر

(شاہ نصیر، کلیات، جلد۲، ص ۲۵)

پستول (pistol)

''پِسٹل'' کا یہ تلفظ بھی اردو میں خاصا پرانا ہے۔ اردو میں انگریزی سے آیا۔ انگریزی میں سولھویں صدی عیسوی سے رائج ہے لیکن یہ آیا فرانسیسی سے تھا۔ فرانسیسی میں بھی جرمن سے آیا۔ جرمنوں نے چیک زبان سے لیا تھا۔ ان زبانوں میں ظاہر ہے اس کا املا اور تلفظ تھوڑا سا مختلف تھا۔[۳۲] لیکن چیک زبان میں اس کا مطلب تھا ''سیٹی'' (whistle)۔ غالباً اس کی ظاہری ساخت اور ہیئت میں مماثلت کی وجہ سے یہ نام پڑ گیا۔[۳۳] بہر حال اردو میں پستول بن کر آیا۔

اور اس پہ یہ کہ وہ شب ٹھہرے روز موجودات
جو پانچوں باندھیے ہتھیار اور چھٹی پستول

(سودا، کلیات، جلد۲،ص ۸۷)

اور جو ہیں صاحب عزت ہے انھوں کی یہ معاش
تھے سلح خانہ جہاں واں نہیں اب اک پستول

(مصحفی، کلیات، جلد۹،ص ۱۰۵)

پلٹن (platoon)

''پلٹون'' کا تلفظ ''پلٹن'' (پ اور ٹ مفتوح) اردو میں خاصا عام ہے۔ اسے اردو میں پلاٹون بھی لکھا گیا ہے۔ اب اپنے اصطلاحی معنوں کے علاوہ ہجوم یا بھیڑ وغیرہ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ لیکن اس دور میں اس کا کئی شعرا کے ہاں استعمال نہ صرف انگریزوں کے تہذیبی اثرات بلکہ سیاسی اور عسکری اثرات کا بھی پتا دیتا ہے۔ انگریزی سے اردو میں آیا لیکن اس کی اصل فرانسیسی ہے۔[۳۴]

پلٹنیں اور توپیں جب سنمکھ ہوئیں
مرہٹے ہیبت کے مارے مُو گئے

(میرامن، گنج خوبی،ص ۳)

بجتے ہل ہل کے بجاویں گے فرنگی طنبور
لالہ لاوے گا سلامی کو بنا کر پلٹن

(انشا، کلام انشا،ص ۳۲۳)

دلا اس پرتگیزن کی صفِ مژگاں سے بچتا رہ
کہ یہ پلٹن بہت سنگیں ہے شدت کی سکٹیلی ہے

(افسوس، کلیات، ص ۲۰۹، بحوالہ قاضی عبدالودود، ص ۱۹۳)

نظر آتا ہے خلش گر وہیں اک پل میں نصیر
چڑھ کے شب خوں صفِ مژگاں پہ وہ پلٹن مارے

(شاہ نصیر، کلیات، جلد ۳، ص ۸)

تیار رہتی ہیں صفِ مژگاں کی پلٹنیں
رخسارِ یار ہے کہ جزیرہ فرنگ کا

(آتش، کلیات، جلد ۱، ص ۲۲۰)

پنسل (pencil)

اس کی اصل بڑی دلچسپ ہے۔ قدیم انگریزی میں اس کا مطلب تھا رنگنے کا باریک "برش" (brush) کیونکہ انگریزی میں یہ قدیم فرانسیسی سے آیا تھا جس میں اصل لفظ تھا pincel ۔ فرانسیسی میں یہ دراصل لاطینی کے ایک لفظ کی شکل تھی جس کے معنی تھے "دُم"۔ سولھویں صدی میں انگریزی میں pencil کا مفہوم "باریک برش سے رنگ کرنا" بھی تھا۔ لیکن پھر اس کا استعمال موجودہ رائج معنوں میں ہونے لگا۔[۳۵]

مصحفی نے اس کے تلفظ میں "س" کو مکسور کی بجائے مفتوح باندھا ہے۔ یہ قافیے کی مجبوری بھی ہو سکتی ہے اور اس وقت کا رائج تلفظ بھی۔ صاحبِ نور اللغات کے مطابق بھی اردو میں فتحہ "س" رائج ہے۔

رعب سایہ سے ترے اس کا عجب بھی تو نہ جان
دستِ نقاش میں گر بید کی کانپے پنسل[۳۶]

(مصحفی، کلیات، جلد ۹، ص ۲۵۹)

پوڈر (powder)

پاؤڈر کا ایک تلفظ پوڈر بھی ہے اور اردو میں اب بھی مستعمل ہے۔ اردو میں سب سے پہلے انشا نے استعمال کیا۔ اردو میں انگریزی سے، انگریزی میں قدیم فرانسیسی سے اور فرانسیسی میں لاطینی سے آیا۔[۳۷]

کوئی شبنم سے چھڑک بالوں پہ اپنے پوڈر
بیٹھ کر جلوے کی کرسی پہ دکھاوے گا پھبن

(انشا، کلامِ انشا، ص ۳۲۳)

توس (toast)

انگریزی کو فرانسیسی کا تحفہ ہے اور اسے لاطینی نے عطا کیا تھا۔ مفہوم تھا (سورج کی طرح گرمی سے) جلانا یا جھلسانا یا گرمی سے خشک کرنا۔[۳۸] انگریزی نے اردو کی جھولی میں ڈالا تو اسے ''ٹوسٹ'' سے توس بنالیا گیا۔ فسانۂ عجائب (۱۸۲۴ء) میں ایک شعر میں یہ لفظ آیا ہے۔ غالباً رجب علی بیگ سرور (م:۱۸۶۹ء) ہی کی تخلیق ہے:

اس لعبتِ فرنگ کو دکھلا کے قاشِ دل
کہتا ہوں چکھو یہ دلِ بریاں کا توس ہے

(سرور، فسانۂ عجائب، مرتب رشید حسن خاں، ص ۱۵۷)

جرنل (general)

لاطینی سے فرانسیسی اور وہاں سے انگریزی میں پہنچا۔ لاطینی میں معنی تھے: نوع یا قسم۔ لیکن یورپ کی کئی زبانوں میں ''عام'' (یعنی ''خاص'' کی ضد) کے طور پر رائج ہوگیا۔ رفتہ رفتہ اس شخص کو بھی کہنے لگے جس کے پاس عام یا تمام اختیارات ہوتے۔ پھر فوج میں کمانڈر کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔[۳۹] اسی ''جنرل'' کا بگاڑ اردو میں جرنیل اور جرنل ہوا۔

جب تک چرخِ کہن شکلِ گورنر میں رہے
صاحبِ شرق میں جب تک کہ ہوں جرنل کے چلن

(انشا، کلامِ انشا، ص ۳۳۱)

ڈاکٹر (doctor)

انگریزی میں ڈاکٹر ابتداً عالم فاضل شخص کے معنی میں مروج تھا۔ قدیم گرجا کے اکابر میں سے کوئی شخص بھی ڈاکٹر کہلاتا تھا۔ انگریزی میں فرانسیسی سے آیا اور اصلاً لاطینی ہے۔ لاطینی میں استاد یا معلم کے معنی میں رائج تھا کیونکہ اس کے لاطینی مادے سے جو مصدر بنتا تھا اس کے معنی تھے پڑھانا، تعلیم دینا۔ یونی ورسٹی جسے اعلیٰ ترین سند دیتی تھی اسے بھی ڈاکٹر کہتے تھے۔ یہ سند طب کی بھی ہو سکتی تھی۔[۴۰] چنانچہ طبیب کے معنی میں بھی آگیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح اردو میں حکیم کے معنی علم و حکمت جاننے والا بھی ہے اور طبیب بھی۔ ڈاکٹر صاحب بھی اردو میں انگریزی کے راستے سے آئے اور اس وقت کی یادگار ہیں جب ہمارے ہاں حکیم یا طبیب ہوتے تھے

لیکن ڈاکٹر تو صرف انگریز یا فرنگی ہی ہوتا تھا۔ ملاحظہ ہو:

زخم شمشیر نگہ حیف کہ اچھا نہ ہوا
کرنے کو اس کی دوا ڈاکٹر انگریز آیا

(مصحفی، کلیات، جلد ۷، ص ۷۵)

قسم ہے حضرتِ عیسٰی کی آنکھیں اس کی آفت ہیں
سلف میں بھی فرنگی ڈاکٹر ایسے نہ ہوتے تھے

(شاہ نصیر، کلیات، جلد ۳، ص ۱۰۶)

رپٹ (report)

اردو میں اب عام طور پر ''رپورٹ'' بولا اور لکھا جاتا ہے۔ رَپَٹ (''ر'' اور ''پ'' مفتوح) انگریزی تلفظ کا بگاڑ ہے۔ مصحفی سے لے کر اکبر الٰہ آبادی تک اس کا استعمال ملتا ہے۔ لیکن مصحفی نے (اور بعد کے دور میں امیر مینائی نے بھی) ''رپٹ بولنا'' استعمال کیا ہے جو اب رائج نہیں۔ اکبر نے ''رپٹ لکھوانا'' استعمال کیا ہے۔ انگریزی سے اردو میں آیا۔ انگریزی میں قدیم فرانسیسی سے اور وہاں لاطینی سے۔[41]

صاحب حکم و جلادت ہے تو ہر شام و سحر
آکے مریخ ترے سامنے بولے ہے رپٹ

(مصحفی، کلیات، جلد ۹، ص ۲۳۳)

رجمن (regiment)

یہ انگریزی کے رجمنٹ کا بگاڑ ہے۔ لاطینی سے فرانسیسی اور وہاں سے انگریزی میں پہنچا۔[42] اردو میں اب رجمنٹ ہی مستعمل ہے، گو انشا کے اس شعر میں، جو ایک قصیدے بعنوان ''بادشاہ انگلستان جارج سوم کی تعریف میں'' کا حصہ ہے، ٹیپو سلطان جیسے بطلِ قوم کے مقابلے میں انگریز رجمنٹ کی تعریف کچھ بھلی نہیں لگتی۔ انشا نے مذکر باندھا ہے مگر اب رجمنٹ اردو میں بالعموم تانیث کے ساتھ مستعمل ہے۔

ٹیپو سلطان کا قصہ وہ سنا ہووے گا
کرکے کیا کام پھرا وھاں جو گیا تھا رجمن

(انشا، کلامِ انشا، ص ۳۲۹)

متن میں ''وہاں'' کا املا ہائے مخلوط سے (یعنی ''وھاں'') کیا گیا ہے۔ ''وہاں'' کا تلفظ ''وھاں''

(یا ''واں'') ہی کرنا پڑے گا تا کہ خارج از بحر نہ ہو جائے۔

رَفَل (rifle)

رائفل کا یہ تلفظ ۱۸۵۷ء کے فوراً بعد کے بعض اردو شعرا کے ہاں بھی ملتا ہے جو شاید جنگِ آزادی کا تحفہ ہے۔ شعرل کے مطابق rifle کی اصل ''جرمینک'' ہے اور فرانسیسی سے انگریزی میں پہنچا۔[۴۳] ویبسٹر کے مطابق قدیم فرانسیسی کا ایک لفظ اس کی اصل ہے۔[۴۴]

نسرِ طائر کو تمنا ہے کہ تیرا ہوں شکار
تا کے گر سوے فلک ہاتھ میں لے کر تو رَفل

(مصحفی، کلیات، جلد۹،ص ۴۵۹)

اتنی شکار گاہِ جہاں میں ہے آرزو
ہم سامنے ہوں اور تمھاری رَفل چلے

(آتش، کلیات، جلد۲،ص ۴۸۹)

ساٹن/ساٹھن (satin)

ساٹن ایک قسم کا چمک دار اور چکنا سا کپڑا ہوتا ہے جو بالعموم ریشم سے بُنا جاتا ہے۔ یہ لفظ، اوکسفرڈ انگریزی لغت کے مطابق، عربی کے ''زیتونی'' کا بگاڑ ہے اور انگریزی میں عربی سے قدیم فرانسیسی کے توسط آیا تھا (غالباً کپڑے کے رنگ کی مناسبت سے)۔ شعرل کی رائے یہ ہے کہ یہ ''سنکیا نگ'' (Tsinkiang) (چین کا ایک شہر) کا بگاڑ ہے لیکن اس کا یہ بھی خیال ہے کہ یہ عربی کے ''زیتونی'' سے بنا ہے جو ''سنکیا نگ'' کا ''مترادف'' ہے۔ اس مترادف والی بات کو نظر انداز کر دینا چاہیے۔ انگریزی لغات اور ذخیرۂ الفاظ سے متعلق کتابوں میں عربی الفاظ کے بارے میں اسی طرح کی حیران کن لاعلمی ملتی ہے۔ اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ انیسویں صدی کے اواخر میں اس کے ایک ہجے sateen بھی تھے جو velveteen (ایک قسم کا مخملیں سوتی کپڑا) کے انداز پر بنائے گئے تھے۔[۴۵] بہر حال اردو میں انگریزی کے توسط ہی سے پہنچا ہے۔ اردو میں اب ساٹن (ٹ مفتوح نیز مکسور) کہلاتا ہے۔ انشا نے اس کا تلفظ ساٹھن (ٹھ مفتوح) کیا ہے اور کپڑے ہی کے معنی میں استعمال کیا ہے جیسا کہ ''آبِ رواں'' (ایک قسم کا کپڑا) کے لفظ اور فحوائے کلام سے بھی ظاہر ہے (سبزے اور نیفے کی مناسبت بھی قابلِ غور ہے)۔ ایک قابلِ غور بات اس مثال سے یہ بھی سامنے آتی ہے کہ

اساتذہ عربی رفارسی الفاظ کے ساتھ دوسری زبانوں کے الفاظ جوڑ کر تراکیب سازی اور انگریزی الفاظ کے ساتھ کسرۂ اضافت لگانے کو معیوب نہ جانتے تھے، جیسا کہ اس شعر میں ''ازارِ ساٹھن'' سے ظاہر ہے۔ لیکن آج ہم عربی رفارسی کے ساتھ اردو رہندی یا انگریزی کی ترکیب کو گوارہ نہیں کرتے۔

ٹانک لے بادلے کا آبِ رواں سے نیفہ
ڈال کر سبزے سے ٹانگوں میں ازارِ ساٹھن

(انشا، کلامِ انشا، ص ۳۲۳)

فریم (frame)

یہ لفظ قدیم انگریزی میں تھا لیکن اس کی اصل جرمینک ہے۔ ابتدائی استعمال مختلف معنوں میں تھا اور تصویر یا دروازے کے چوکھٹے کے معنوں میں بعد میں مستعمل ہوا۔[۴۶] لیکن اردو میں بہر حال انھی معنوں میں ملتا ہے۔

ترے رخسارِ تاباں کا کبھی جو عکس پڑتا ہے
فریم آئینے کے بنتے ہیں، ہالہ ماہِ کامل کا

(ناسخ، کلیات، جلد ۱، ص ۸۱)

فیر (fire)

لفظ فائر کا یہ پرانا املا ہے لیکن کسی زمانے میں عام تھا اور بہت عرصے تک رائج رہا۔ بلکہ کم پڑھے لکھے لوگ اب بھی فیر ہی کہتے ہیں۔ قدیم انگریزی میں تھا مگر اس کی اصل مغربی جرمینک ہے۔[۴۷] قدیم انگریزی میں مختلف ہجوں کے ساتھ آگ کے لیے سامان مہیا کرنا کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔[۴۸] اسی آتش سے آتشیں اسلحے کے مفہوم میں بھی آ گیا۔ اردو میں ''بندوق چلنے کا عمل'' ہی کے مفہوم میں مستعمل ہے اور خاصے عرصے سے مستعمل ہے۔

فیر سنتے ہی فرو ہو چلے
چھوٹی جب بندوق کوے اڑ گئے

(میر امن، گنجِ خوبی، ص ۳)

پکارے سب کہ قواعد ہے فوج میں شاید
کہ فیر اڑ رہے ہر صف میں ہیں قطار قطار

(ذوق، کلیات، جلد ۲، ص ۱۹۶)

غضب ہے توپ پہ عاشق کو رکھ کر
فرنگی زاد تیرا فیر کرنا

(ظفر، کلیاتِ ظفر، دیوانِ سوم، ص۱۴)

کاگ (cork)

پرانا اردو تلفظ انگریزی سے تھوڑا مختلف ہے۔ اب اردو میں اسے کارک بھی لکھتے ہیں۔ انگریزی میں ہسپانوی سے آیا، ہسپانوی میں عربی سے اور خیال ہے کہ عربی میں لاطینی سے آیا ہے۔[۴۹] جس درخت سے کورک یا کارک حاصل ہوتا ہے وہ ایک قسم کا شاہ بلوط ہے اور cork oak کہلاتا ہے۔ اس سے مختلف چیزیں بنتی ہیں جن میں بوتلوں کے کاگ بھی شامل ہیں۔

کاٹ ڈالوں گا گلا اپنا گلابی توڑ ڈال
بندھ گیا ہے دل ہمارا ساقیا اس کاگ میں[۵۰]

(اختر، واجد علی شاہ، کلیات، ص۵۱۴)

کپتان (captain)

کیپٹن یا کپتان کی اصل لاطینی ہے۔ وہاں سے کپتان صاحب قدیم فرانسیسی میں پہنچے اور پھر انگریزی کے راستے اردو میں وارد ہوئے۔[۵۱]

رواں ہیں آگے آگے لختِ دل کے یوں مرے آنسو
چلیں ہیں اردلی کے لوگ جوں کپتان کے آگے

(رنگین، دیوانِ ریختہ، ص۱۴۲)

کلکٹر (collector)

اس کی اصل لاطینی ہے۔ یہ فرانسیسی سے ہوتا ہوا انگریزی میں پہنچا۔[۵۲]

ملک گیری میں گورنر تجھے سمجھے جو فلک
ہوویں پھر کیوں نہ کلکٹر ترے لیٹ اور البٹ

(مصحفی، کلیات، جلد۹، ص۲۳۳)

کمپنی (company)

اصلاً فرانسیسی ہے قدیم فرانسیسی سے انگریزی میں آیا۔ کئی معنی ہیں لیکن یہاں مراد ایسٹ انڈیا کمپنی ہے اور انشا کی یہ دعا آج ہمارے لیے تکلیف دہ ہے۔

کمپنی نور کی جب تک کہ رہے یہ قائم
بادشاہی رہے اس کی بھی بہ وجہ احسن

(انشا، کلامِ انشا، ص ۳۲۱)

کورٹ (court)

یہ بھی قدیم فرانسیسی سے انگریزی میں آیا۔ دراصل جب گیارھویں صدی عیسوی میں فرانسیسیوں اور نارمنوں نے (جو نارمنڈی، فرانس سے تعلق رکھتے تھے) انگلستان پر قبضہ کرلیا تو فرانسیسی الفاظ اور اصطلاحات انگریزی میں بہت بڑی تعداد میں داخل ہوگئے۔[۵۳] آج بھی انگریزی کے ذخیرۂ الفاظ کا خاصا بڑا حصہ فرانسیسی الفاظ پر مشتمل ہے۔[۵۴] کورٹ انگریزی میں عدالت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور دربار کے معنی میں بھی۔ صحیح تلفظ "ر" ساکن کے ساتھ ہے البتہ مصحفی اور امیر مینائی دونوں نے "رے" کو ساکن کی بجائے مفتوح باندھا ہے یعنی کورَٹ۔ اس وقت رائج تلفظ کیا تھا اس بحث سے قطعِ نظر، وزن اور قافیے کی مجبوری بھی نظر آتی ہے۔

سارے عالم میں ترا حکم ہے دائر سائر
کیوں نہ حاضر رہیں در پر ہی اپیل اور کورَٹ

(مصحفی، کلیات، جلد ۹، ص ۲۳۳)

کونسل (council)

لاطینی کے ایک لفظ کو بھی اس کی اصل بتایا جاتا ہے اور اینگلو من فرنچ سے بھی اس کا اشتقاق ظاہر کیا گیا ہے۔[۵۵] انگریزی میں مختلف معنوں میں آتا ہے۔ یہاں مشاورت یا مشاورتی اجلاس کے معنی میں ہے۔

ہاتھ سے گوروں کے جاں بر ہوویں کیونکر اہلِ ہند
کام کرتے ہی نہیں ہرگز یہ بن کونسل کیے

(مصحفی، کلیات، جلد ۴، ص ۴۱۶)

گلاس/گیلاس (glass)

گلاس کے انگریزی تلفظ میں ابتدا میں دو مصمتے (consonants) ایک ساتھ آتے ہیں جن کو ٹھیک سے ادا کرنا اردو والوں کے لیے آسان نہیں ہوتا ۔اسی لسانی مجبوری کے تحت ہم آج بھی اردو میں گلاس (گاف ساکن) کو گِلاس (گاف مکسور) یا گُلاس (گاف مفتوح) بولتے ہیں۔ ممکن ہے انشا کے دور میں کسرے کی بجاے یاے معروف بولا جاتا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ شعر کا وزن پورا کرنے کی غرض سے یہ تلفظ لکھا ہو کیونکہ انشا کے معاصر مصحفی کے ہاں اس کا املا ''گلاس'' ملتا ہے۔انگریزی سے اردو میں آیا ۔اس کی اصل جرمینک ہے اور مشابہ الفاظ جرمن اور ولندیزی زبانوں میں بھی موجود ہیں ۔[۵۶]

اپنے گیلاس شگوفے بھی کریں گے حاضر
غنچہ و گل سبھی وھاں کھولیں گے بوحل کے دہن

(انشا، کلامِ انشا،ص۳۲۳)

کہ کبھی لگ نہ سکے اس کو بلوریں گیلاس
ہووے بالفرض بہا اس کی اگر ملکِ ختن

(انشا، کلامِ انشا،ص۳۲۵)

آوے گلاس مے کا تو یاں پشتِ دست کھائے
چینِ جبیں سے کاسۂ چینی شکست کھائے

(مصحفی، کلیات،جلد۸،ص۱۰۰)

تا نہ باقی رہے مے اور نہ مے میں مستی
توڑتا سنگِ نمک سے ہے وہ شیشے کا گلاس

(ذوق، کلیات،جلد۲،ص۵۵)

گورنر (governor)

اس کی اصل تو یونانی ہے مگر یونانی سے قدیم فرانسیسی اور وہاں سے انگریزی میں پہنچا۔[۵۷] اردو کو انگریزی کی عطا ہے لفظ بھی اور عہدہ بھی ۔

جب تلک چرخ کہن شکل گورنر میں رہے
صاحب شرق میں جب تک کہ ہوں جرنل کے چلن

(انشا، کلامِ انشا، ص ۳۳۱)

ملک گیری میں گورنر تجھے سمجھے جو فلک
ہوویں پھر کیوں نہ کلکٹر ترے لیٹ اور البٹ

(مصحفی، کلیات، جلد ۹، ص ۲۳۳)

لاڈ/لارڈ (lord)

اصل جرمینک ہے، قدیم انگریزی میں وہیں سے آیا۔[۵۸] انگریزی سے اردو میں آیا اور اس کا املا اردو میں ''لاٹ'' بھی کیا جاتا ہے ۔ بلکہ کچھ لوگ اب تک اس طرح بولتے ہیں ''لاٹ صاحب'' طنزاً بھی استعمال ہوتا ہے۔

لارڈ حکام نے ایسے ہی کیے اک دو وار
دفعۃً کانپ گیا جس کے سبب سب دکھن

(انشا، کلامِ انشا، ص ۳۲۹)

سلامت رہیں وِلزلی لاڈ صاحب
رہے قائم ان کی یہ فرماں روائی

(میرامن، گنجِ خوبی، ص ۲)

لمبر (number)

ہم اپنے بچپن میں اسکول میں بعض لڑکوں کے منہ سے ''نمبر'' کا تلفظ ''لمبر'' سنتے تھے (مثلاً ''تمھارے کتنے لمبر آئے؟'') اور حیران ہوتے تھے (انھوں نے غالباً اپنے بڑوں سے سنا ہوگا) ۔لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اس تلفظ کے لیے غالب کی سند موجود ہے ۔غالب نے اپنے ایک سہرے میں ''لمبر'' استعمال کیا ہے اور کالی داس گپتا رضا کی تحقیق کے مطابق یہ شعر ۱۸۵۲ء میں کہا گیا تھا۔[۵۹] نسخۂ عرشی میں بھی موجود ہے۔

سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے پر اے طرفِ کلاہ
مجھ کو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا لمبر سہرا

(غالب، دیوان نسخۂ عرشی، ص ۳۹۲)

نیلام

بابائے اردو مولوی عبدالحق کے بقول اس کی اصل پرتگالی کا لیلاوں (leilao) ہے۔[۶۰]

دل کا زلفوں میں مرے سہل ہوا یوں سودا
جیسے سستی کوئی بک جائے ہے نیلام کی چیز

(ظفر، کلیات ظفر، جلد۱، بر حاشیہ، ص۴۲)

وال،وائل (voile)

یہ ایک قسم کا باریک اور نیم شفاف کپڑا ہوتا ہے۔ یہ سوتی، اونی یا ریشمی بھی ہوسکتا ہے۔ فرانسیسی لفظ ہے[۶۱] اور اردو کو انگریزی کی دین ہے۔

میں نے جو ایک طفلِ فرنگی سے کل کہا
کرتی تری نبات کی کیا ول ہے سرخ و سبز

(شاہ نصیر، کلیات، جلد۲، ص۸۷)

ان امثال کی کیفیت مشتے نمونہ از خروارے کی سی ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی کام کرنے کی ضرورت ہے۔

حواشی و حوالہ جات

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، جامعہ کراچی۔

۱۔ قاضی ظہورالحسن ناظم سیوہاروی، اردو ادب کی انسا ئیکلوپیڈیا مرتبہ عاصمہ فرحت (لاہور، ۲۰۰۳)، ص ۳۱۔

۲۔ ایضاً۔

۳۔ میر حسن، تذکرۂ شعرائے اردو مرتب حبیب الرحمن خاں شیروانی (دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۴۰ء)، ص ۱۵۰۔

۴۔ ایضاً۔

اصل فارسی عبارت یہ ہے: "بعد از قتل نواب شہید شدن سراج الدولہ در شہر افتاد و ہماں وقت فی البدیہہ این شعر گفت، خبر دار ان خبر می رسید، وی گریست۔ ہمیں شعر از وبہ یادگار ماند" (ص ۱۵۰)۔ اس کے بعد اردو کا شعر درج ہے جو اوپر اس مقالے کے متن میں نقل ہوا ہے۔

۵۔ ایضاً۔

نیز مختلف تذکروں سے موزوں سے متعلق حاصل کردہ معلومات کا تجزیہ پروفیسر محمد انصار اللہ نے جامع التذکرہ میں دیا ہے (جلد۱، ص۲۵۳)۔ اس سے بھی موزوں کے سالِ پیدائش اور وفات کا علم نہیں ہوتا۔

۶۔ الوئس اسپرنگر (Aloys Sprenger)، یادگارِ شعرا، مترجم طفیل احمد (لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۵ء)، ص۱۷۰۔ علی ابراہیم خاں خلیل کے جس تذکرے کا حوالہ اسپرنگر نے دیا ہے وہ گلزارِ ابراہیم کے نام سے ہے۔ اس کا سالِ تکمیل ۱۷۸۴ء بتایا جاتا ہے لیکن اس کے بعد بھی مؤلف اس میں اضافے کرتے رہے (امتیاز علی خاں عرشی، دستور الفصاحت، دیباچہ مصحح، ص۱۲۷)۔ اس تذکرے میں قدیم تذکروں کے بیانات کو چھان پھٹک کر قبول کیا گیا ہے چنانچہ یہ اس زمانے کے اہم تذکروں میں شمار ہوتا ہے (تفصیلات کے لیے: انصار اللہ، جامع التذکرہ، جلد۱، ص۱۷)۔ اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ اس تذکرے میں موزوں کے بارے میں دی گئی معلومات بڑی حد تک معتبر ہیں۔

۷۔ مالک رام، تذکرۂ ماہ و سال (دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۹۱ء)، ص۳۶۸۔

۸۔ جمیل جالبی، تاریخِ ادبِ اردو، جلد۳ (لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۲۰۰۶ء)، ص۲۹۷۔

۹۔ بحر کے دیوان ریاض البحر میں مثلاً یہ اشعار شامل ہیں جن میں "کاگ" (cork) اور "لیلام" (نیلام) (پرتگالی: leilao) جیسے الفاظ موجود ہیں:

گلابیوں میں رہے کاگ کے عوض غنچے
کٹورے کے منھ پہ کٹورے کی جا گلاب رہا

(ص۴۸، بر حاشیہ)

قدر میرے گوہرِ دل کی کچھ اوس بت نے نہ کی
بت کدہ لیلام ہوتا میں جو قیمت مانگتا

(ص۴۳، بر حاشیہ)

۱۰۔ مثلاً کلیاتِ منیر میں شامل اس شعر میں لفظ "لالٹین" جو انگریزی کے لینٹرن (lantern) کا بگاڑ ہے کا استعمال ملتا ہے:

لالٹینیں جھنگے پہ کرتی ہیں نور افشانیاں
رات کو چھپتا نہیں ہے نقشِ پائے مور کا

(جلد۲، ص۳۱۷، بر حاشیہ)

۱۱۔ اردو ادب کی انسائیکلوپیڈیا، ص۳۶۔۳۷۔

۱۲۔ ملاحظہ ہو گیان چند جین، "کلامِ اکبر میں انگریزی الفاظ" مشمولہ سہ ماہی اردو کراچی، جلد۷۱، شمارہ ۲۔۱ (۱۹۹۵ء): ص۸۰۔۵۱۔

۱۳۔ ابواللیث صدیقی، ادب اور لسانیات (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۰ء)، ص۷۳۔۸۲۔

۱۴۔ ملاحظہ کیجیے: جریدہ کراچی شمارہ ۳۶: ص۵۹۹ و بعدہٗ۔

۱۵۔ مولوی عبدالحق، "اردو میں دخیل الفاظ" مشمولہ سہ ماہی اردو کراچی (جولائی ۱۹۴۹ء): ص۵ و بعدہٗ نیز "اہلِ یورپ نے اردو کی کیا خدمت کی؟" مشمولہ سہ ماہی اردو اورنگ آباد (جنوری ۱۹۲۳ء)۔

۱۶۔ محمد بن عمر کی ان کتابوں میں پرتگالی زبان کا اثر اردو زبان پر، اردو زبان پر انگریزی زبان کے اثرات، اردو

میں دخیل یورپی الفاظ اور اردو میں فرانسیسی الفاظ شامل ہیں۔

۱۷۔ ملاحظہ ہو فتح محمد ملک اور عبدالرحمٰن طارق، اردو انگریزی مشترک ذخیرۂ الفاظ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۴ء)۔

۱۸۔ اس کی تفصیل کئی کتابوں میں ملتی ہے مثلاً *A Short History of Pakistan* (مدیر عمومی، اشتیاق حسین قریشی) کی تیسری اور چوتھی جلد میں معین الدین عقیل نے آزادی کی قومی تحریک کے پہلے باب میں اس کا مختصر لیکن اچھا جائزہ لیا ہے اور اس کے مزید مآخذ بھی بتائے ہیں۔ نیز محمد بن عمر نے اپنی کتابوں (ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۲) میں اس کا تاریخی اور سیاسی پس منظر بتایا ہے۔

۱۹۔ تفصیلات کے لیے: محمد بن عمر، پرتگالی زبان کا اثر اردو زبان پر، ص ۴۰۔۵۰۔

۲۰۔ مولوی عبدالحق، دیباچہ لغت کبیر، ص ۱۹۔۱۸۔

۲۱۔ گلینس چینٹرل (Glynis Chantrell)، *The Oxford Dictionary of Word Histories* (نیویارک: برکلے بکس، ۲۰۰۳ء)، ص ۲۶۔۲۴۔

Concise Oxford English Dictionary. 11th edition, 2006۔

۲۳۔ محمد بن عمر، اردو میں فرنسیسی الفاظ (حیدرآباد دکن: کتاب خانہ، ۱۹۵۴ء)، ص ۱۴۔

۲۴۔ گلینس چینٹرل، محولہ بالا، ص ۳۵۵۔

۲۵۔ ایضاً۔

۲۶۔ ایضاً، ص ۱۷۔

۲۷۔ ایضاً، ص ۲۸۔

۲۸۔ لنڈا فلیول (Linda Flavell) اور راجر فلیول (Roger Flavell)، *Dictionary of Word Origins* (لندن: کائل کیتھی، ۱۹۹۵ء)، ص ۳۲۔۳۳۔

۲۹۔ جارج کلفرڈ وائٹ ورتھ (George Clifford Whitworth)، *An Anglo-Indian Dictionary* (لاہور: سنگ میل، ۱۹۸۱ء)، ص ۵۴۔

۳۰۔ ہنری یول (Henry Yule) اور اے سی برنل (A. C. Burnell)، ***Hobson-Jobson*** (دہلی: منشی رام منوہر لال، ۱۹۸۴ء)، ص ۱۴۲۔۱۴۳۔

۳۱۔ آئیور لیوس (Ivor Lewis)، *Sahibs, Nabobs and Boxwallas* (اوکسفرڈ، ۱۹۹۱ء)، ص ۲۷۔

۳۲۔ گلینس چینٹرل، محولہ بالا، ۳۷۹۔

۳۳۔ ایضاً۔

۳۴۔ ایضاً، ص ۲۸۲۔

۳۵۔ ایضاً، ص ۳۷۰۔

۳۶۔ کلیاتِ مصحفی مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور (جلد ۹، ص ۲۵۹) میں یہ لفظ پنسل کی بجائے فصل چھپا ہے جو کتابت کی غلطی ہے۔

۳۷۔ گلینس چینٹرل، ص ۳۹۰۔

۳۸۔ لنڈ فلیول اور راجر فلیول، محولہ بالا، ص ۲۴۷؛ نیز گلیکس عثرل، ص ۵۱۲۔

۳۹۔ گلیکس عثرل، ص ۲۲۹۔

۴۰۔ *Webster's Unabridged Dictionary*، جلد ۱، ص ۵۲۰؛ نیز گلیکس عثرل، ص ۱۵۸۔

۴۱۔ گلیکس عثرل، ص ۴۲۹۔

۴۲۔ ایضاً، ص ۴۲۵۔

۴۳۔ ایضاً، ص ۴۳۶۔

۴۴۔ جلد ۲، ص ۱۵۶۰۔

۴۵۔ گلیکس عثرل، ص ۴۲۷۔

۴۶۔ ایضاً، ص ۴۱۸۔

۴۷۔ ایضاً، ص ۴۰۶۔

۴۸۔ *Concise Oxford English Dictionary*. 11th edition, 2006.

۴۹۔ *Webster's Unabridged Dictionary*. vol I, II, 2nd edition, 1975.

۵۰۔ کاتب نے ''کاگ'' کو ''کاک'' لکھا ہے لیکن یہ کاگ ہی ہونا چاہیے کیونکہ اس غزل میں قوافی آگ، بھاگ، ناگ، راگ، لاگ، بجاگ وغیرہ ہیں۔

۵۱۔ *Concise Oxford English Dictionary*. 11th edition, 2006.

۵۲۔ گلیکس عثرل، ص ۱۰۵۔۱۰۴

۵۳۔ تفصیلات کے لیے: البرٹ سی بو (Albert C. Baugh) اور طامس کیبل (Thomas Cable)، *A History of the English Language*، باب پنجم (لندن: روٹلج اینڈ کیگن پال، ۱۹۸۶ء)۔

۵۴۔ انگریزی میں دخیل فرانسیسی الفاظ کی تفصیلات کے لیے: رابرٹ کلیبران (Robert Claiborne)، *The Life and Times of the English Language*، باب پنجم؛ نیز ڈیوڈ کرسٹل (David Crystal)، *The Cambridge Encyclopedia of Language*، ص ۴۷۔۴۶، ۳۴۳۔۳۴۲۔

۵۵۔ گلیکس عثرل، ص ۱۲۳۔

۵۶۔ ایضاً، ص ۲۳۳۔

۵۷۔ ایضاً، ص ۲۳۶۔

۵۸۔ ایضاً، ص ۳۰۷۔

۵۹۔ کالی داس گپتا رضا، دیوانِ غالب، ص ۳۳۶۔

۶۰۔ مولوی عبدالحق: ''اردو میں دخیل الفاظ'' مشمولہ سہ ماہی اردو کراچی (جولائی ۱۹۳۹ء): ص ۳۵۸۔

۶۱۔ *Concise Oxford English Dictionary*. 11th edition, 2006.

مآخذ

اختر، واجد علی شاہ۔ کلیات۔ ۱۲۷۸ھ۔ (محولہ مطبوعہ نسخے کے ابتدائی صفحات غائب تھے، لہٰذا دیگر طباعتی تفصیلات کا علم نہ ہوسکا۔ یہ نسخہ اردو لغت بورڈ کے کتب خانے میں دیکھنے کا موقع ملا جس کے لیے راقم، بورڈ کے سربراہ اور عملے کا شکر گزار ہے)۔

اسپرنگر، الوئس (Sprenger, Aloys)۔ یادگارِ شعرا۔ مترجم طفیل احمد۔ لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۵ء۔

امن، میر۔ گنج خوبی۔ بمبئی: مطبع محبوب، طبع دوم ۱۲۹۲ھ۔

انشا، انشا اللہ خاں۔ کلامِ انشا۔ مرتبین مرزا محمد عسکری و محمد رفیع۔ الٰہ آباد: ہندوستانی اکیڈمی، ۱۹۵۲ء۔

انصار اللہ، محمد۔ جامع التذکرہ۔ جلد اول۔ دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۶ء۔

آتش، خواجہ حیدر علی۔ کلیاتِ آتش۔ جلد اول۔ مرتب سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۵ء۔

________۔ کلیاتِ آتش۔ جلد دوم۔ مرتب سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۵ء۔

بحر، امداد علی۔ ریاض البحر۔ لکھنؤ: مطبع مصطفائی، ۱۳۱۵ھ۔

بخاری، سہیل۔ "اردو میں دخیل اور دخیل نما الفاظ"۔ مشمولہ جریدہ شمارہ ۳۶، کراچی یونی ورسٹی (۲۰۰۶ء)۔

بو، البرٹ سی (Baugh, Albert C.) اور کیبل، طامس (Cable, Thomas)۔ *A History of the English Language*۔ لندن: روٹلج اینڈ کیگن پال، ۱۹۸۶ء۔

جالبی، جمیل۔ تاریخِ ادبِ اردو۔ جلد ۳۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۶ء۔

جین، گیان چند۔ "کلامِ اکبر میں انگریزی الفاظ"۔ مشمولہ سہ ماہی اردو کراچی، جلد ۷۱، شمارہ ۴-۱ (۱۹۹۵ء): ۸۰-۵۱۔

حسن، میر۔ تذکرۂ شعرائے اردو۔ مرتب محمد حبیب الرحمٰن خاں شیروانی۔ دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، طبع جدید ۱۹۴۰ء۔

ذوق دہلوی، محمد ابراہیم۔ کلیاتِ ذوق۔ جلد دوم۔ مرتب تنویر احمد علوی۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء۔

رضا، کالی داس گپتا۔ مرتب دیوانِ غالب۔ کراچی: انجمن ترقی اردو، ۲۰۱۲ء۔

رنگین، سعادت یار خان۔ دیوانِ ریختہ (قلمی نسخے کا عکس)، سالِ کتابت ۱۲۲۹ ہجری (اس قلمی نسخے کی عکسی نقل اردو لغت بورڈ میں موجود ہے اور اسے دیکھنے کا راقم کو موقع ملا۔ اس پر The Govt. of India, Delhi, MSS کی مہر ثبت ہے۔ عکسی نقل کے ایک صفحے پر کسی عبداللطیف کشتہ نامی صاحب نے نسخے کے بارے میں معلومات لکھ رکھی ہیں جن کے مطابق یہ رنگین کے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا نسخہ ہے اور سالِ کتابت ۱۲۲۹ھ ہے۔ دیوان کا سالِ آغاز ۱۲۱۵ھ اور سالِ تکمیل ۱۲۲۰ھ ہے)۔

سرور، رجب علی بیگ۔ فسانۂ عجائب۔ مرتب رشید حسن خاں۔ دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۹۰ء۔

سودا، مرزا رفیع۔ کلیات۔ مرتب شمس الدین صدیقی۔ جلد ۲۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷ء۔

شنٹرل، گلینس (Chantrell, Glynis)۔ *The Oxford Dictionary of Word Histories*۔ نیویارک: برکلے بکس، ۲۰۰۳ء۔

صدیقی، ابواللیث۔ ادب اور لسانیات۔ کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۰ء۔

ظفر، بہادر شاہ۔ کلیاتِ ظفر۔ مکمل چار جلد۔ لکھنؤ: نول کشور، ۱۹۱۸ء۔

عبدالحق، مولوی۔ "اہلِ یورپ نے اردو کی کیا خدمت کی؟"۔ مشمولہ سہ ماہی اردو اورنگ آباد (جنوری ۱۹۲۳ء)۔

________۔ "اردو میں دخیل الفاظ"۔ مشمولہ سہ ماہی اردو کراچی (جولائی ۱۹۴۹ء)۔

______۔ "دیباچہ لغتِ کبیر"۔ کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۷۳ء۔

عبدالودود، قاضی۔ تحقیقاتِ ودود۔ پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء۔

عرشی، امتیاز علی خاں (مرتب)۔ دستور الفصاحت۔ مؤلف سید احمد علی خاں یکتا۔ رام پور: ہندوستان پریس، ۱۹۴۳ء۔

عقیل، معین الدین۔ آزادی کی قومی تحریک: تحقیق اور تجزیہ۔ لاہور: مکتبۂ تعمیر انسانیت، س ن۔

عمر، محمد ین۔ اردو زبان پر انگریزی زبان کے اثرات۔ حیدرآباد دکن: کتاب خانہ، ۱۹۵۵ء۔

______۔ اردو میں دخیل یورپی الفاظ۔ حیدرآباد دکن: کتاب خانہ، ۱۹۵۵ء۔

______۔ اردو میں فرانسیسی الفاظ۔ حیدرآباد دکن: کتاب خانہ، ۱۹۵۴ء۔

______۔ پرتگالی زبان کا اثر اردو زبان پر۔ حیدرآباد دکن: کتاب خانہ، ۱۹۵۴ء۔

غالب، مرزا اسد اللہ خاں۔ دیوان۔ مرتب امتیاز علی خاں عرشی۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، طباعت دوم ۲۰۱۱ء۔

______۔ دیوان غالب کامل، تاریخی ترتیب کے ساتھ۔ مرتب کالی داس گپتا رضا۔ کراچی: انجمن ترقی اردو، ۲۰۱۲ء۔

فلیول، راجر (Flavell, Roger) اور فلیول، لنڈا (Flavell, Linda)۔ *Dictionary of Word Origins*۔ لندن: کائل کیتھی، ۱۹۹۵ء۔

قریشی، اشتیاق حسین (مدیر عمومی)۔ *A Short History of Pakistan*۔ کراچی: کراچی یونی ورسٹی، ۲۰۰۶ء۔

کرسٹل، ڈیوڈ (Crystal, David)۔ *The Cambridge Encyclopedia of Language*۔ کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۵ء۔

لیوس، آئیوو (Lewis, Ivor)۔ *Sahibs, Nabobs and Boxwallas*۔ اوکسفرڈ، ۱۹۹۱ء۔

مالک رام۔ تذکرۂ ماہ و سال۔ دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۹۱ء۔

مصحفی، غلام ہمدانی۔ کلیات۔ جلد ۲۔ مرتبہ نور الحسن نقوی۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۴ء۔

________۔ کلیات۔ جلد ۷۔ مرتبہ نور الحسن نقوی۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۵ء۔

________۔ کلیات۔ جلد ۸۔ مرتبہ نور الحسن نقوی۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۴ء۔

________۔ کلیات۔ جلد ۹۔ مرتبہ نور الحسن نقوی۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۹ء۔

ملک، فتح محمد، طارق، عبدالرحمٰن۔ اردو انگریزی مشترک ذخیرۂ الفاظ۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۴ء۔

منیر شکوہ آبادی، اسمٰعیل۔ نظم منیر (مطبوعہ بر حاشیۂ کلیاتِ منیر)۔ لکھنؤ: مطبع ثمر ہند، ۱۲۹۶ھ۔

ناسخ، شیخ امام بخش۔ کلیات۔ جلد ۱۔ مرتبہ یونس جاوید۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۹ء۔

________۔ کلیات۔ جلد ۲۔ مرتبہ یونس جاوید۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۹ء۔

ناظم سیوہاروی، قاضی ظہور الحسن۔ اردو ادب کی انسائیکلوپیڈیا۔ مرتبہ عاصم فرحت۔ لاہور، ۲۰۰۳ء۔

نصیر، شاہ۔ کلیات۔ جلد ۲۔ مرتبہ تنویر احمد علوی۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۷ء۔

______۔ کلیات۔ جلد ۳۔ مرتبہ تنویر احمد علوی۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۶ء۔

وائٹ ورتھ، جارج کلفرڈ (Whitworth, George Clifford)۔ *An Anglo-Indian Dictionary*۔ لاہور: سنگ میل،

۱۹۸۱ء۔

یول، ہنری (Yule, Henry) اور برنل، اے سی (Burnell, A. C.)۔ *Hobson-Jobson*۔ دہلی: منشی رام منوہر لال، ۱۹۸۴ء۔

حوالہ جاتی کتب

اردو لغت، تاریخی اصول پر۔ جلد ۱ تا ۲۲۔ کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۷۷ء تا ۲۰۱۰ء۔

Concise Oxford English Dictionary. 11th edition, 2006.

Webster's Unabridged Dictionary. vol I, II, 2nd edition, 1975.

A Dictionary of Urdu, Classical Hindi and English. compiled by John T. Platts. Delhi: Munshiram Manoharlal Publishers, 1993.